قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین

کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ترتیب وتدوین: سید برہان علی۔ حافظ محمد زاہد

۱۹۷۷ء کے رمضان المبارک کے پہلے پندرہ دنوں میں ریڈیو پاکستان لاہور سے محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی پندرہ تقاریر نشر ہوئی تھیں' جن میں سورۃ الفاتحہ سے سورۃ الکہف تک کے چیدہ چیدہ مضامین کا خلاصہ بیان کیا گیا تھا۔ قرآن حکیم کے نصف اوّل کے اہم مضامین پر مشتمل یہ تقاریر محترم ڈاکٹر صاحب نے خود قلم بند فرمائی تھیں' اور یہ ''قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین کا اجمالی تجزیہ'' کے نام سے سالہا سال سے شائع ہو رہی ہیں۔ اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی رہی ہے کہ قرآن حکیم کے نصف آخر کے اہم مضامین بھی اسی طرح ضبطِ تحریر میں لا کر کتابی شکل میں پیش کیے جائیں۔ اس حوالے سے محترم ڈاکٹر صاحب کے ۱۹۹۹ء کے رمضان المبارک میں نمازِ تراویح کے دوران بیان کیے گئے ''خلاصۂ مضامین قرآن'' کو ترتیب وتسوید کے بعد سہ ماہی حکمت قرآن میں جولائی تا ستمبر ۲۰۰۹ء کے شمارہ سے قسط وار شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا جو مسلسل ۱۸ قسطوں میں مکمل ہو گیا ہے اور زیر نظر صفحات میں بحمد اللہ اس سلسلہ کی آخری قسط پیش کی جا رہی ہے —— ان شاء اللہ العزیز' قرآن مجید کے نصف اول (سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الکھف) کے مضامین کی طرح نصف دوم (سورۂ مریم تا سورۃ الناس) کے مضامین کو بھی بہت جلد کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے گا تاکہ ''قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین کا اجمالی تجزیہ'' مکمل صورت میں قارئین کے استفادہ کے لیے دستیاب ہو سکے۔ (ادارہ)

سُورَةُ الْبَيِّنَة

سورۃ البیّنہ کا ابتدائی مضمون بہت اہم ہے۔ مشرکینِ عرب اور اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جو جزیرہ نمائے عرب کے مختلف شہروں میں آباد تھے' حضور اکرم ﷺ کے اوّلین مخاطب تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے:

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ﴿۲﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۗ﴿۳﴾

’’کافر اہل کتاب اور مشرکین (گمراہی کے جس راستے پر چل رہے تھے اس سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس بینہ (روشن دلیل) نہ آجاتی۔ (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے، جن میں بالکل درست تحریریں لکھی ہوئی ہوں۔‘‘

اس لحاظ سے نبی اکرم ﷺ اور قرآن حکیم مل کر ’’بیّنہ‘‘ بن جاتے ہیں۔

اس سورۃ کی آیت ۵ اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت اہم ہے بایں طور کہ اس میں دین کا لُبِ لُباب بیان ہوا ہے۔ فرمایا:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵

’’ان کو نہیں حکم دیا گیا مگر یہی کہ اللہ کی بندگی کریں اُسی کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور یہی دینِ قیّم (صحیح، درست اور مضبوط دین) ہے۔‘‘

اس آیت میں ’’بندگی‘‘ کے مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔ بندگی یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی مکمل یکسوئی کے ساتھ اللہ کی ایسی اطاعت کرے جس میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو اور پھر اس اطاعت کے اظہار کے لیے اسلام کے جملہ ارکان پر بھی عمل پیرا ہوا جائے —— اس آیت میں اسلام کے بنیادی ارکان میں سے دو اہم ارکان نماز اور زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس سورۃ کی آخری آیت میں اہلِ جنّت کا ذکر بڑے خوبصورت پیرائے میں کیا گیا ہے اور آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں: ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ﴾ ’’یعنی‘‘ اہلِ ایمان جنّت میں اس حال میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے کہ وہ اپنے پروردگار سے راضی اور پروردگار ان سے راضی۔ (سبحان اللہ!) —— اسی سے ملتے جلتے الفاظ سورۃ الفجر کے آخر میں بھی آئے ہیں، جہاں فرمایا گیا: ﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝۲۷ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۸﴾ ’’اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل (اس حال میں کہ) تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔‘‘

سُوْرَةُ الزِّلْزَال

سورۃ الزلزال سے سورۃ التکاثر تک چار سورتوں کا ایک گروپ ہے جس میں قیامت کا تذکرہ بہت زوردار اور جھنجھوڑنے والے انداز میں کیا گیا ہے —— یہاں یہ بھی واضح رہے کہ قرآن حکیم کی آخری ۱۶ سورتوں میں سے ہر ایک سورت کا مضمون ایسی مربوط شکل میں پیش کیا گیا ہے کہ کسی ایک آیت کو الگ کر کے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے یہاں ان سورتوں کا مکمل ترجمہ بیان کیا جا رہا ہے تاکہ بات پوری طرح واضح ہو کر سامنے آجائے۔

سورۃ الزلزال میں زمین کی تباہی کو موضوع بنایا گیا اور بیان کیا گیا کہ روزِ قیامت زمین اپنی تمام خبروں کو بیان کر دے گی اور انسان اپنے تمام اعمال بچشم سر خود دیکھ لے گا۔ ارشاد ہوا:

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾ یَوۡمَئِذٍ
تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰی لَهَا ؕ﴿۵﴾ یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا ۬ۙ لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ؕ﴿۶﴾
فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴿۸﴾

’’جب یہ زمین بڑی شدت سے جھنجھوڑ دی جائے گی‘ اور زمین اپنے سارے بوجھ باہر نکال دے گی (یعنی وہ تمام انسان جو اُس کے پیٹ میں ہوں گے‘ انہیں باہر اُگل دے گی) اور انسان حیران و ششدر ہو کر کہے گا: اسے کیا ہوا؟ اس روز یہ زمین خود اپنی خبریں بتائے گی (کہ میری پیٹھ پر چلتے ہوئے ان لوگوں نے کیا کیا کرتوت کیے ہیں) کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا ہو گا۔ اُس دن لوگ الگ الگ گروہ بن کر آئیں گے تا کہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ تو جس کسی نے ذرّہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا‘ اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہو گی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔‘‘☆

سُوۡرَةُ الۡعٰدِیٰت

یہ اس گروپ کی دوسری سورۃ ہے۔ اس کا آغاز چند قسموں سے ہو رہا ہے —— میں عرض کر چکا ہوں کہ اس انداز کی پانچ سورتیں ہیں: الصّافّات‘ الذّاریات‘ المُرسلات‘ النّازعات اور العادیات۔ ان سب کا آغاز مختلف قسموں سے ہو رہا ہے اور اسلوب کے اعتبار سے بھی یہ پانچوں سورتیں مماثل ہیں۔

سورۃ العادیات میں گھوڑوں کی قسم کھائی گئی ہے —— گھوڑوں کی قسم کھانے کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑے اپنے مالک کے فرمانبردار ہوتے ہیں اور مالک کے حکم کی تعمیل میں اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتے۔ چنانچہ گھوڑوں کے پاؤں اگرچہ زخمی بھی ہوں تب بھی وہ اپنے مالک کے حکم پر اس قدر تیزی سے دوڑ رہے ہوتے ہیں کہ دشمنوں کی صفوں کو چیرتے چلے جاتے ہیں اور پیٹھ نہیں پھیرتے —— اس سورۃ میں گھوڑوں کی قسم کھا کر یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ یہ حیوانات کتنے سمجھ دار اور اپنے مالک کے وفادار ہیں‘ لیکن انسانوں میں تو حیوانوں جیسی وفا بھی نہیں ہے‘ بایں طور کہ انسان تو اللہ کے احکام سے سرتابی کرتا ہے جو اس کا خالق‘ مالک اور رازق ہے۔ اس ضمن میں فرمایا:

وَ الۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطۡنَ بِهٖ
جَمۡعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیۡدٌ ۚ﴿۷﴾ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا
یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ ۙ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ﴿۱۱﴾

☆ سورۃ الزلزال کی آخری دو آیات کے حوالے سے ابن ابی حاتم نے ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات ﴿ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴿۸﴾ ﴾ نازل ہوئیں تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اپنا عمل دیکھنے والا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ہاں‘‘۔ میں نے عرض کیا: یہ بڑے بڑے گناہ بھی؟ آپؐ نے فرمایا: ’’ہاں‘‘۔ میں نے عرض کیا اور یہ چھوٹے موٹے گناہ؟ آپؐ نے فرمایا: ’’ہاں‘ یہ بھی‘‘۔ اس پر میں نے کہا: پھر تو میں مارا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’خوش ہو جاؤ اے ابوسعید! ہر نیکی اپنے جیسی دس نیکیوں کے برابر ہو گی۔‘‘ (اضافہ از مرتب‘ بحوالہ تفہیم القرآن)

''ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم—— جو ہانپ اٹھتے ہیں☆ ۔پھر پتھروں پر (نعل) مار کر آگ نکالتے ہیں۔ پھر صبح کو چھاپہ مارتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ گرد اٹھاتے ہیں۔ پھر اس وقت (دشمن کی) فوج میں جا گھستے ہیں —— کہ انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس ہے۔اور وہ یقیناً اس بات پر خود گواہ ہے۔ اور وہ یقیناً مال سے شدید محبت کرنے والا ہے۔کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب کہ جو (مردے) قبروں میں ہیں وہ باہر نکال لیے جائیں گے۔ اور جو (بھید) دلوں میں ہیں وہ ظاہر کر دیے جائیں گے۔ بے شک ان کا پروردگار اس روز ان سے خوب واقف ہوگا۔''

سُورۃُ القَارِعَۃ

سورۃ القارعہ کا انداز بعینہٖ سورۃ الحاقّہ والا ہے۔ وہاں فرمایا گیا تھا: ﴿اَلۡحَآقَّۃُ ① مَا الۡحَآقَّۃُ ② وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحَآقَّۃُ ③﴾ جبکہ یہاں فرمایا گیا: ﴿اَلۡقَارِعَۃُ ① مَا الۡقَارِعَۃُ ② وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ③﴾ یعنی اس سورہ میں قیامت کو کھڑکھڑانے والی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس سورۃ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس مختصر سی سورت میں قیامت کے پہلے مرحلے یعنی اس کے قائم ہونے سے لے کر عذاب وثواب کے آخری مرحلے تک پورے عالمِ آخرت کا ذکر ہے۔ فرمایا گیا:

اَلۡقَارِعَۃُ ۙ① مَا الۡقَارِعَۃُ ۚ② وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ؕ③ یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۙ④ وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ؕ⑤ فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ⑥ فَہُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ؕ⑦ وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ⑧ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ؕ⑨ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا ہِیَہۡ ؕ⑩ نَارٌ حَامِیَۃٌ ﴿۱۱﴾

''کھڑکھڑانے والی! کیا ہے کھڑکھڑانے والی؟ اور تمہیں کیا پتا کہ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی؟ (وہ قیامت ہے) جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے' اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگ برنگی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔ تو جس (کی نیکی) کا پلڑا بھاری ہوگا وہ (ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں) دل پسند عیش میں رہے گا' اور جس (کی نیکی) کا پلڑا ہلکا ہوگا' اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے۔ اور تم کیا سمجھو کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ وہ آگ ہے دہکتی ہوئی!''

سُورۃُ التَّکَاثُر

سورۃ الزلزال سے شروع ہونے والے چار سورتوں کے گروپ کی یہ آخری سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں لوگوں کے مال و دولت اور جاہ واقتدار میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے' ان پر فخر کرنے اور دنیا پرستی میں غرق ہو جانے کے بُرے انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۙ① حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ② کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ③ ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ④ کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِ ؕ⑤ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ ۙ⑥ ثُمَّ لَتَرَوُنَّہَا عَیۡنَ الۡیَقِیۡنِ ۙ⑦ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ ﴿۸﴾

☆ ضَبۡح کہتے ہیں اس خاص آواز کو جو دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی شدتِ تنفّس (یعنی زور سے سانس لینے کی وجہ) سے نکلتی ہے۔ یہ آواز گھوڑوں کے سوا کسی اور کے جانور کے منہ سے نہیں نکلتی۔ (مرتب)

''(لوگو! مال کی) بہتات کی طلب تمہیں غافل کیے رہتی ہے' یہاں تک کہ تم قبروں تک جا پہنچتے ہو۔ ہرگز نہیں، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ پھر (سن لو کہ) ہرگز نہیں، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں' اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو غفلت میں نہ پڑتے)۔ تم ضرور جہنم کو دیکھو گے۔ پھر اس کو ضرور دیکھو گے یقین کی آنکھ سے۔ پھر ضرور اس روز تم سے (تمہیں دی ہوئی) نعمتوں کا حساب مانگا جائے گا۔''

سُورۃُ الْعَصْر

سورۃ العصر کی اہمیت کے بارے میں امام شافعیؒ کا قول ہے: لَوْ تَدَبَّرَ النَّاسُ هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَوَسِعَتْهُمْ ''اگر لوگ صرف اس سورت پر ہی تدبر کر لیں تو یہ (ان کی ہدایت و رہنمائی) کے لیے کافی ہو جائے گی''۔ امام شافعی کا دوسرا قول ہے: لَوْ لَمْ يُنَزَّلْ مِنَ الْقُرْآنِ سِوَاهَا لَكَفَتِ النَّاسَ ''اگر قرآن مجید میں سوائے اس سورۃ کے اور کچھ نہ بھی اُترتا تو یہ سورۃ ہی لوگوں کے لیے کفایت کر جاتی'' —— اس اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ اس مختصر سی سورۃ میں پورے قرآن مجید کا خلاصہ موجود ہے۔

سورۃ العصر اگرچہ قرآن حکیم کی مختصر ترین سورتوں میں سے ایک ہے مگر اس میں معانی کا ایک جہان پوشیدہ ہے جس کو بیان کرنے کا حق ایک پوری کتاب میں بھی مشکل سے ادا کیا جا سکتا ہے —— ''مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب''، جو میں نے ترتیب دیا ہے اس کا نقطہ آغاز ''لوازمِ نجات: سورۃ العصر کی روشنی میں'' کے عنوان سے اس سورۃ کو بنایا ہے —— اس سورۃ مبارکہ میں خسارے سے بچنے کی چار لازمی شرائط بیان کی گئی ہیں۔ ارشاد ہوا:

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

''زمانہ کی قسم' یقیناً تمام انسان گھاٹے اور خسارہ میں ہیں' سوائے ان کے جو: (۱) ایمان لائے' (۲) نیک عمل کیے' (۳) ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی' اور (۴) باہم ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کی۔''

اس سورہ میں بالکل دوٹوک انداز میں بیان کر دیا گیا ہے کہ انسان کی فلاح کا راستہ کون سا ہے اور تباہی و بربادی کا راستہ کون سا ہے۔

سُورۃُ الْهُمَزَة

سورۃ الھمزہ میں انسان کی سیرت و کردار کی پستی بیان ہوئی ہے۔ جیسے مکھی گندگی پر ہی بیٹھتی ہے ایسے ہی کچھ لوگ بڑے تنگ ظرف ہوتے ہیں اور ان کا کام صرف چغلیاں کھانا اور لوگوں کو طعنے دینا ہوتا ہے۔ ایسے انسان لوگوں کے دل دکھا کر بہت خوشی محسوس کرتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے لوگ مال جمع کرتے ہیں' اس کو گنتے رہتے ہیں اور اس میں اضافہ سے ان کو خوشی اور سکون ملتا ہے۔ ایسے لوگوں کی ہلاکت اور بربادی کی خبر زیرِ مطالعہ سورت میں بڑی خوبصورتی سے دی جا رہی ہے۔ فرمایا:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۡ﴿۴﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۧ﴿۹﴾

’’تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو دوام عطا کر دے گا۔ ہرگز نہیں‘ بلکہ وہ ’حطمہ‘ میں جھونک دیا جائے گا۔ اور جانتے ہو کہ وہ ’حطمہ‘ کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے‘ جو دلوں تک پہنچے گی۔ وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی (اس حال میں کہ وہ) اونچے اونچے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے‘ جیسے تندور کو اگر ڈھانپ دیا جائے تو اس کی آگ اندر ہی اندر جوش کھاتی رہتی ہے)۔‘‘

سُورۃُ الفِیْل

سورۃ الفیل اور سورۃ القریش ایک جوڑا ہے اور ان کا آپس میں خاص تعلق ہے۔ سورۃ الفیل میں ایک تاریخی واقعہ ’’واقعہ اصحاب الفیل‘‘☆ کا ذکر ہے۔ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے ابرہہ کی جو فوج آئی تھی اور پھر اس کا جو حشر ہوا‘ اسے جامع الفاظ میں اس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

’’کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کیا اس نے ان کی چال کو ناکام نہیں بنا کر رکھ دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ بھیج دیے‘ جو ان پر پکی ہوئی مٹی کی کنکریاں مار رہے تھے۔ پھر ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند بنا کر رکھ دیا۔‘‘

اس سورۃ کی آیت ۴ میں ’’سِجِّیل‘‘ کا لفظ ہے جو فارسی کے لفظ ’’سنگِ گِل‘‘ سے بنا ہے اور اس سے مراد وہ مٹی ہے جو پک کر پختہ ہو جاتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ سخت قسم کے سنگ ریزوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

سُورۃُ القُریْش

سورۃ القریش میں قریش پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے خاص احسان کو بیان کیا گیا ہے جو صرف بیت اللہ کی بدولت ان پر ہوا۔ وہ احسان یہ تھا کہ یہ لوگ بلاخوف وخطر بغرضِ تجارت گرمیوں میں شام و فلسطین کی طرف اور سردیوں میں یمن کی طرف سفر کرتے تھے۔ یہ لوگ بیت اللہ کے متولی تھے اور بیت اللہ کی عظمت کی وجہ سے عرب کے تمام قبائل ان کا احترام کرتے تھے اور ان کے قافلوں کو چھیڑنے والا کوئی نہیں تھا۔ دوسرا احسان یہ تھا کہ اس علاقے کو تجارتی قافلوں کی شاہراہ کا درجہ مل گیا تھا جو جزیرہ نمائے عرب سے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ چلتی تھی‘ اس طرح یہ لوگ باقی عرب سے خوشحال تھے۔ اس سورۃ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اس احسان کو یاد کرا رہا ہے کہ اس عظمت والے گھر کی بدولت میں نے تم پر اتنے احسان کیے مگر تم نے احسان فراموشی کرتے ہوئے توحید کے اس

☆ یہ واقعہ بہت مشہور ہے اور تفہیم القرآن میں اس کی تفصیل اور اس کے پس منظر کو بہت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کی ایک خاص بات تو ابرہہ اور محمدؐ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دادا جناب عبدالمطلب کا مکالمہ ہے‘ جبکہ دوسری خاص بات جناب عبدالمطلب کی وہ خاص دعا ہے جو انہوں نے اس موقع پر کعبہ کے دروازہ کے کنڈے کو پکڑ کر اشعار کی صورت میں مانگی تھی۔ یہ دونوں باتیں نہ صرف پڑھنے‘ بلکہ یقینی طور پر سنہری حروف سے لکھی جانے کے قابل ہیں۔

عظیم مرکز کو شرک کا اڈا بنا دیا۔ لہٰذا تمہیں چاہیے کہ اسے شرک سے پاک کر کے دوبارہ توحید کا مرکز بنا دو اور صرف اس گھر کے رب کی عبادت کرو۔ فرمایا:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٢ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤

''قریش کے مانوس کرنے کے سبب' (یعنی) ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔ پس چاہیے کہ وہ اس گھر کے مالک کی بندگی کریں' جس نے ان کو بھوک سے سیری عطا فرمائی (اس کے باوجود کہ جس وادی کے یہ رہنے والے ہیں اس میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی) اور ان کو خوف سے امن دیا (کہ بیت اللہ کے متولی ہونے کی وجہ سے کوئی ان کے تجارتی قافلوں کو نہیں چھیڑتا)۔''

سُورۃُ المَاعُون

اس سورہ کا مضمون سورۃ المطففین کے ابتدائی مضمون کے مشابہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں ان کے عمل کی وجہ سے ان کے ایمان کی نفی کی گئی تھی کہ جو لوگ کم تولتے ہیں انہیں آخرت کا یقین نہیں ہے' جبکہ یہاں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے بلکہ اسے جھٹلاتے ہیں تو ان کا کردار مختلف اعتبارات سے پست سے پست تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ فرمایا:

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝١ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝٣

''بھلا تم نے ایسے شخص کو دیکھا جو جزا و سزا کا منکر ہے؟ یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے' اور مسکین کو کھانا کھلانے کی طرف لوگوں کو راغب نہیں کرتا۔''

یعنی نہ تو خود ہی یہ کام کرتا ہے اور نہ ہی دوسروں کو اس کی ترغیب دیتا ہے۔

سورۃ کے درمیان میں نماز کے حوالے سے خصوصی طور پر توجہ دلائی گئی۔ فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝٤ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝٥ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝٦﴾ ''پس ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے' جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں' اور ریاکاری کرتے ہیں —— اس غفلت کے کئی درجے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ نماز پڑھ ہی نہیں رہے۔ دوسرے یہ کہ پڑھ تو رہے ہیں مگر اس کی روح موجود نہیں ہے' بس رسماً اُٹھک بیٹھک ہو رہی ہے' مگر اس میں خشوع و خضوع نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ یہ بھی غفلت کا ایک درجہ ہے' جبکہ غفلت کا ایک درجہ ریاکاری ہے جس کا ذکر آیت ۶ میں تخصیص کے ساتھ کر دیا گیا ہے' اس لیے کہ ریاکاری سے کی گئی کوئی بھی عبادت اور نیکی قابل قبول نہیں۔

آخری آیت میں پھر سے قیامت کے منکرین کی پستی کو بیان کیا جا رہا ہے کہ ان کے کردار کی پستی اور کم ظرفی کا عالم یہ ہے کہ: ﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝٧﴾ ''اور (ایسے لوگ) عام برتنے کی چیز بھی کسی کو وقتی استعمال کے لیے دینے کو بھی تیار نہیں۔''

سُورۃُ الکوثر

سورۃ الکوثر میں رسول اللہ ﷺ کا ایک خاص مقام بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَالْاَبْتَرُ ۝

''(اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کیا ہے' پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے' اور جان لیجیے کہ آپ کا دشمن ہی ہے جس کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔''

اس سورۃ کے حوالے سے دو باتیں جان لیجیے: (۱) ''کوثر'' (خیر کثیر) سے دنیا اور آخرت کی بے شمار بھلائیاں مراد ہیں۔ اس ضمن میں بہت سے اقوال ہیں جن کو مختلف مفسرین کرام نے تفصیل سے اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے۔ ان میں روزِ حشر کا حوضِ کوثر اور جنت کی نہر کوثر بھی شامل ہیں۔ (۲) ''ابتر'' عرب میں اس شخص کو کہا جاتا تھا جس کی نسل ختم ہو جائے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی اولادِ نرینہ نہ تھی بلکہ صرف بیٹیاں ہی تھیں' جبکہ نسل بیٹوں سے چلتی ہے' تو قریش کے کچھ سرداروں نے حضور ﷺ کو ''ابتر'' ہونے کا طعنہ دیا تھا کہ بس کچھ دن تک آپ کا نام ہو گا اور پھر آپ کا کوئی نام لیوا نہ ہو گا۔ اس طعنہ کے جواب میں حضور ﷺ کو تسلی دینے کے انداز میں کہا گیا کہ کچھ عرصہ میں آپؐ کے تمام دشمنوں کے تو نام ونشان تک مٹ جائیں گے —— دراصل یہ ایک پیشین گوئی تھی جو عہد نبوی ہی میں پوری ہوئی اور بدر کے مقام پر قریش کے بڑے بڑے ستر (۷۰) سردار مارے گئے —— جبکہ آپ ﷺ کا ذکر وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کے مصداق تا قیامِ قیامت قائم رہے گا' بلکہ اللہ عزوجل نے آپؐ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ بایں طور منسلک کر لیا ہے کہ جہاں کہیں اللہ کا نام لیا جائے گا وہاں محمد ﷺ کا نام بھی آئے گا۔ سبحان اللہ!

سُورۃُ الکافرون

اس سورۃ میں کفار سے اعلانِ براءت کیا گیا ہے اور یہ اعلانِ براءت بتا رہا ہے کہ یہ سورۃ مکی دور کے آخر میں نازل ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ''اے کافرو'' کہہ کر خطاب ہوا ہے اور یہ داعیانہ انداز نہیں ہے۔ اس اندازِ خطاب سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اس آخری دور کی بات ہے جب اتمامِ حجت ہو چکا' لیکن کافر پھر بھی اپنے کفر پر اڑے رہے تو ان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝

''(اے محمد ﷺ!) آپ کہہ دیجیے: اے کافرو! میں ہرگز ان (بتوں) کو پوجنے والا نہیں ہوں جن کو تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم پوجنے والے ہو اس (اللہ) کو جس کی پرستش میں کر رہا ہوں۔ اور جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں۔ اور نہ تم اس کی پرستش کرنے والے ہو جس کی میں پرستش کرتا ہوں (اس لیے اب میرے اور تمہارے درمیان قطع تعلق ہے' لہٰذا) میرے لیے میرا دین ہے اور تمہارے لیے تمہارا دین۔''

بعض لوگ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کو نرم انداز (جس کو آج کل ''مفاہمتی انداز'' کہا جاتا ہے) سمجھتے ہیں جیسے کہا جائے کہ اچھا جی چلو تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین' یعنی ایک صلح کن انداز۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہے' بلکہ یہ انقطاع کا اعلان ہے کہ اب میرا اور تمہارا تعلق ختم ہو گیا۔

سُورۃُ النَّصر

سورۃ النصر کے بارے میں اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ مدنی سورۃ ہے' جبکہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ مکی ہے۔ دراصل یہ سورۃ بلحاظِ نزولِ مقام مکی ہے اور بلحاظِ زمانہ مدنی ہے' یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور اس کا نزول حجۃ الوداع میں ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ قرآن مجید کی آخری (مکمل) سورۃ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ ارشاد ہوا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

''جب آ پہنچی اللہ کی مدد اور فتح (حاصل ہوگئی) اور آپ نے لوگوں کو فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوتے دیکھ لیا (یعنی آپ کے مشن کی تکمیل ہوگئی)۔ پس آپ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کریں اور اس سے مغفرت مانگیں۔ بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔''

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ اکثر روایات میں آتا ہے کہ اس سورۃ کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تسبیح و استغفار فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپؐ اپنے رکوع و سجود میں بکثرت یہ الفاظ کہتے تھے: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ)) اس لیے کہ اس سورۃ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تکمیل کے بعد رفیق اعلیٰ کی طرف مراجعت کا اشارہ ہے۔ حدیث و سیرت کی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت آپؐ کے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں: ((اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى)) یعنی اب اللہ کی طرف لوٹنا ہے جو بزرگ و برتر رفیق ہے!

سُورۃُ اللَّھَب

یہ ابتدائی مکی دور کی سورۃ ہے اور اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خطبہ کا ذکر ہوا ہے۔ آپؐ نے لوگوں کو جمع کرنے کے لیے عرب کے رواج کے مطابق جب کوہِ صفا پر چڑھ کر آواز لگائی: وا صباحا تو قریش کے تمام خاندانوں کے لوگ پہاڑ کے پاس جمع ہو گئے۔ تب آپؐ نے انہیں دین اسلام اور توحید کی دعوت دی تو اُس وقت ابولہب نے (نعوذ باللہ) یہ گستاخانہ الفاظ کہے: تَبًّا لَكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ''ہلاکت و بربادی ہو تمہارے لیے' کیا تم نے ہمیں اس کام کے لیے یہاں جمع کیا تھا؟'' اس کے جواب میں اس سورۃ کا نزول ہوا اور اللہ کے غضب کا اظہار ہوا۔ فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ﴿۱﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ؕ﴿۲﴾ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚۖ﴿۳﴾ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ﴿۴﴾ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾

''ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے اور وہ برباد ہو گیا۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا اس کے کسی کام نہ آیا۔ عنقریب وہ دہکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا' اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی۔ جو ایندھن سر پر رکھے اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کی گردن میں مونجھ کی رسّی ہوگی۔''

قرآن مجید کا یہ واحد مقام ہے جہاں دشمنانِ اسلام میں سے کسی شخص کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی ہے۔ ابولہب حضور ﷺ کا حقیقی چچا تھا اور اس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ اس کی بیوی کا نام اَروٰی اور کنیت اُمّ جمیل تھی۔ اسے حضور ﷺ سے بہت بغض و عداوت تھی —— سورۃ التحریم میں میاں بیوی کے نیک اور بد ہونے کے حوالے سے قرآن کریم میں موجود چند ایک مثالیں بیان کی گئی تھیں۔ پہلی مثال بہترین شوہروں کے گھروں میں بدترین بیویوں کی ہے کہ حضرات نوح و لوط علیہما السلام (جو اللہ کے رسول ہیں) کی بیویوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ جہنمی ہیں۔ دوسری مثال بدترین شوہر کے عقد میں ایک بہترین و پاکیزہ خاتون کی ہے کہ فرعون (جو اللہ اور اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا) کی بیوی حضرت آسیہ ایک جنتی خاتون ہیں۔ پھر حضرت مریم کی مثال دی گئی جو خود بھی نیک سیرت تھیں اور ان کی تربیت اللہ کے پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کی گود میں ہوئی۔ یہ مثال ہے ''نورٌ علٰی نور'' کی۔ ان تین صورتوں کے علاوہ ایک چوتھی صورت یہ بھی ہے کہ شوہر بھی بدترین اور بیوی بھی بدترین۔ اس کی مثال زیر مطالعہ سورۃ میں بیان ہوئی ہے کہ ابولہب اور اُس کی بیوی اُمّ جمیل' نبی اکرم ﷺ سے قرابت کے باوجود' دونوں آپ ﷺ کے جانی دشمن تھے۔ یہ مثال ہے ''ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ'' کی۔

سُورَۃُ الاِخلَاص

سورۃ الاخلاص قرآن حکیم کی عظیم ترین سورۃ ہے جس کو حضور ﷺ نے ثلث قرآن کے مساوی قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ دین کی اصل اساسات تین ہیں: (۱) توحید' (۲) رسالت' اور (۳) آخرت۔ اور یہ سورۃ ان تین اساسات میں سے ایک یعنی توحید پر کامل ترین سورۃ ہے۔ ارشاد ہوا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

''کہہ دو وہ اللہ یکتا ہے۔ اللہ (سب سے) بے نیاز ہے (اور سب اس کے محتاج ہیں)۔ نہ اُس نے کچھ جنا اور نہ ہی وہ جنا گیا (یعنی نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے)۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔''

سُورَۃُ الفَلَق

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس دو الگ الگ سورتیں ہیں' لیکن ان میں مضامین کی اتنی یکسانیت ہے کہ ان کا ایک مشترک نام ''مُعَوِّذَتَین'' (پناہ مانگنے والی دو سورتیں) ہے۔ یہ دونوں سورتیں بالاتفاق مدنی ہیں اور ان میں خصوصیت کے ساتھ تعوّذ کی تلقین کی گئی ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ وہ مختلف برائیوں' گناہوں اور تکالیف و مصائب پہنچانے والی چیزوں سے اپنے رب کی پناہ میں آنے کی دعا مانگتا رہے۔

سورۃ الفلق میں فرمایا گیا: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱﴾ ''کہہ دو میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا

ہوں‘‘ ـــــ فَلَقَ یَفۡلِقُ کے لغوی معنی پھاڑنے کے ہیں۔ سورۃ الانعام میں فرمایا: ﴿فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ﴾ (آیت ۹۶) ’’وہی ہے صبح کو پھاڑنے والا‘‘۔ یعنی اللہ تعالیٰ رات کے اندھیرے سے صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے۔ یہاں بھی فلق سے مراد ’’صبح‘‘ ہے۔

سورۃ الفلق کی پہلی آیت میں تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کا بیان ہے جبکہ اگلی چار آیات میں ان اشیاء کا بیان ہے جن سے پناہ مانگی جارہی ہے‘ فرمایا:

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٪﴿۵﴾

’’کہو میں صبح کے مالک کی پناہ میں آتا ہوں‘ ہر چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی۔ خصوصاً شب تاریک کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے (یہ حقیقت ہے کہ جب رات کی تاریکی کا پردہ تن جاتا ہے تو شر کا بازار زیادہ گرم ہو جاتا ہے)‘ اور گرہوں پر پھونک مارنے والیوں (یعنی جادو ٹونے کرنے والیوں) کے شر سے‘ اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔‘‘

سُورۃُ النَّاس

سورۃ الناس میں سورۃ الفلق کے برعکس اللہ تبارک وتعالیٰ کی تین صفات بیان کر کے اس کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ فرمایا:

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٪﴿۶﴾

’’کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے پالنے والے‘ لوگوں کے حقیقی بادشاہ اور لوگوں کے معبودِ برحق کی‘ (شیطان) وسوسہ اندازی کی برائی سے‘ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے‘ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔‘‘

اس سلسلہ میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ وسوسہ اندازی صرف شیاطینِ جن و اِنس ہی نہیں کرتے بلکہ خود انسان کا اپنا نفس بھی اندر سے وسوسہ اندازی کرتا ہے اور اس کے اپنے غلط نظریات اس کی عقل کو گمراہ کرتے ہیں‘ اس لیے نفس کی برائی سے بھی پناہ مانگنی چاہیے۔

بکثرت صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات کو سوتے وقت اور خاص طور پر بیماری کی حالت میں مُعوِّذَتَین‘ یا بعض روایات کے مطابق مُعوِّذات (یعنی سورۃ الاخلاص‘ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) تین مرتبہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے اور سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم پر‘ جہاں جہاں بھی ہاتھ پہنچ سکتے‘ انہیں پھیر لیتے تھے۔

بارك اللّٰه لى ولكم فى القرآن العظيم ونفعنى واياكم بالايات والذكر الحكيم○○